© rasailojaraid.com

استادوں کے حقوق

افادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مفتی محمد زید مظاہری

علوم دینیہ کا جس طرح تعلیم وتعلم (سیکھنا سکھانا) ضروری ہے اسی طرح اس تعلیم وتعلم کے سبب جن لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں ان تعلقات کے حقوق کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور یہ حقوق جس طرح فی نفسہا دلائل سے ضروری ہیں اسی طرح تجربہ سے ثابت ہوا کہ برکات علمیہ کے موقوف علیہ ہونے کے اعتبار سے بھی ضروری ہے اور جن سے یہ تعلقات ہوتے ہیں وہ تین جماعتیں ہیں اول معلمین یعنی اساتذہ، دوم متعلمین یعنی تلامذہ، تیسرے شرکاء فی التعلم یعنی ہم درس وہم سبق۔ ہم لوگوں نے تاکد حق (حقوق کے لازم ہونے کا) سبب محض عظمت کو سمجھ لیا ہے اور یہ مرض دین دار میں بھی ہے کہ وہ بھی (صرف) اہل عظمت ہی کے حقوق زیادہ ادا کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ استاد عام ہے سبق پڑھانے والے اور پوچھنے پر مسئلہ بتانے والے اور ابتداء امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے اور اصلاح نفس کے طریقے بتلانے والے یعنی پیر (ان سب کو استاد کہتے ہیں۔) اسی طرح شاگرد عام ہے تلمیذ متعارف اور دینی سوال کرنے والے اور مرید کو (بھی شاگرد کہتے ہیں) اسی طرح ہم درس عام ہے متعارف ہم سبق (ساتھیوں) اور کسی عالم کی مجلس میں شرکت کرنے والوں اور پیر بھائیوں کو۔

فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں طلباء اپنے اساتذہ کے سوا کسی کا رنگ واثر نہ جمتا تھا۔ طلباء کو اپنے اساتذہ سے خاص عقیدت ومحبت اور اساتذہ کو ان پر خاص شفقت ہوتی تھی، اب مزاج ومذاق بدل گئے طلباء واساتذہ میں وہ تعلق قائم نہیں رہا اس لیے علمی ذوق اور علمی رنگ بھی ان میں پیدا نہیں ہوتا اور کسی رنگ میں بھی پختہ نہیں ہوتے۔ علمی استعداد اور علمی تربیت سب ہی کمزور ہوگئیں۔ اس لیے مدارس میں طلباء کی تربیت اور اساتذہ کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا اور ایسے طریقے اختیار کرنا بہت ضروری ہیں کہ طلباء اور اساتذہ میں باہم ربط ومناسبت پیدا ہو۔

﴿لقد من اللہ علی المؤمنین (الی قولہ تعالی) یعلمہم الکتب والحکمۃ﴾ اس آیت کریمہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت بعثت پر منت (احسان) ہونے کی علت میں تعلیم کتاب وحکمت کو ذکر فرمانا صاف دلیل ہے کہ جو شخص کسی کو دین کی تعلیم کرے وہ اس شخص کے حق میں نعمت الٰہی ہے اور اس کے قدر وتعظیم اس پر لازم ہے اور اس تعلیم میں سبق پڑھانا اور مسئلہ بتلانا وغیرہ سب داخل ہیں۔ ایک حدیث میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اللہ کا رسول زیادہ دانائے حال ہے تو آپؐ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا کہ سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر وہ کہ جس نے علم دین سیکھا اور اس کو پھیلایا، یہ شخص قیامت میں تنہا بہ منزلہ ایک امیر کے آئے گا۔ (بیہقی)

اس حدیث میں اللہ و رسول کے بعد سب سے زیادہ صاحب جود (سخاوت کرنے والا) اس عالم کو فرمایا ہے جو علم کو شائع کرے جس طریقہ سے بھی ہو خواہ تدریس سے یا وعظ و تلقین سے خواہ تصنیف سے۔ اس حدیث میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو کسی طرح بھی دین کی تعلیم واشاعت کرتے ہوں اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی کے ساتھ سخاوت کرے اس کا کتنا حق ہوتا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ من صنع الیکم معروفا فکافو فان لم تجدوا ماتکا فئونہ فادعوالہ حتی تروأنکم قد کافأتموہ (رواہ احمد و ابوداود) ترجمہ: جو شخص تم پر احسان کرے اگر تم اس کی مکافات کر سکتے ہو تو کر دو ورنہ اس کے لیے دعا کر دو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ تم نے اس کی مکافات کر دی۔

کیا کوئی شخص تعلیم دین کے معروف یعنی احسان ہونے سے انکار کر سکتا ہے؟ جب اس کا احسان ہونا مسلم ہو گیا تو اس کے مکافات میں اس کی ہر قسم کی خدمت مال سے جان سے داخل ہو گئی جو حدیث ہذا میں مذکور ہے۔ اور جب کسی قسم کی استطاعت نہ رہے تو اس وقت اقل درجہ میں دعا ہی سے یاد رکھنا ضروری ہے۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (رواہ احمد والترمذی) ترجمہ: جس نے آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔ اس حدیث کے عموم میں استاد بدرجہ اولیٰ داخل ہے کیونکہ بہت بڑی نعمت یعنی علم دین کا واسطہ ہے اس کی حق شناسی میں کوتاہی کرنا بنص حدیث حق تعالیٰ کی ناشکری ہے جس کا محل وعید ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ قال تعالی لئن شکرتم لازیدنکم

اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو ہمارا عذاب شدید ہے۔ یہ اساتذہ عالم ہیں اور بڑے ہیں ان کا ادب اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ وارثان رسول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: یاایھا الذین امنو الاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ — ولاتجہر والہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون — لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا اور ارشاد ہے۔ واذا کانو معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنو۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش قدمی نہ کرو اور آپؐ کے سامنے زور سے چلا چلا کر باتیں نہ کرو۔ اور رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسا آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہو۔ (بلکہ ادب سے بات کرو) اور آپؐ کے پاس مجمع میں بیٹھے ہوئے ہو تو بغیر اجازت کے وہاں سے نہ اٹھو۔

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق بیان کیے گئے ہیں حضورؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء اور وارثان علم کے بھی وہی حقوق ہیں۔ کیونکہ تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ جس حدیث میں تبجیل علماء کی تاکید ہے وہ ان احکام کے عموم پر دال ہے۔ اسی واسطے سلف نے وارثان رسول کا وہی ادب کیا ہے جو ان آیات میں حضورؐ کے لیے مذکور ہے۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات [illegible] برتنا چاہیے گو سوء ادب کا وبال اس درجہ کا نہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن تاذی بلاضرورت میں حرمت ہے۔

علماء کا ادب بہت ضروری ہے حدیث میں ہے: من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ولم یبجل عالمنا فلیس منا — یعنی جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی تعظیم نہ کرے اور عالم کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ کس قدر سخت وعید ہے مگر افسوس طلباء اس پر عمل نہیں کرتے۔

یاایہا الذین امنو الاتقولو اراعنا وقولواانظرنا واسمعوا، الایۃ ترجمہ: اے لوگو جوایمان لائے ہو "راعنا" مت کہواور کہوانتظار کرو ہمارا اور سنو۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ استاد کے ساتھ گفتگو میں بھی ادب ملحوظ رکھے تا بہ معاملات چہ رسد۔ آخر ادب بھی کوئی چیز ہے یا نہیں، شریعت میں تو ادب کلام کی اس قدر رعایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں جس نے سوال کیا تھا من اعلم الناس الیوم آج کل سب سے بڑا عالم کون ہے۔ بلاقید یہ فرمادیا تھا انا اعلم کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں تو اس لفظ پر عتاب ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا، حالانکہ بظاہر موسیٰ علیہ السلام کا کلام بالکل صحیح تھا کیونکہ مقصود ان کا یہی تھا کہ علم شرائع واحکام میں سب سے زیادہ اس وقت عالم ہوں اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے بڑا نبی اس وقت کوئی نہ تھا جتنے انبیاء علیہ السلام اس وقت تھے سب ان کے تابع تھے — حضرت خضر علیہ السلام کا مرتبہ علم باطن میں بھی موسیٰ علیہ السلام سے بڑھا ہوا نہ تھا کیوں کہ علم باطن بھی علم شریعت کا ایک جزء ہے کیونکہ شریعت نام ہے احکام ظاہرہ وباطنہ کے مجموعہ کا اور علم باطن کی حقیقت احکام باطنہ ہے اور جب یہ بھی علم شریعت کا جزو ہے تو یقیناً موسیٰ علیہ السلام اس میں بھی خضر علیہ السلام سے اکمل تھے — یہ میں نے اس واسطے بیان کر دیا کہ اس میں بہت لوگوں کو دھوکا ہوگیا ہے — مطلب یہ ہے کہ جب علم خضر میں جو علم موسیٰ کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اس قدر شرائط وآداب ہیں تو علم باطن میں جو اس سے افضل ہے ضرور ان آداب کی رعایت کرنا چاہیے۔ مگر آج کل لوگ ذرا ادب نہیں کرتے۔ اگر تم سارے عالم کو عالم بنادو گے جب بھی تم ہی بڑے رہو گے کیونکہ پھر بھی استاد ہوگے اور سب لوگ تمہارے شاگرد ہوں گے اور شاگرد چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہوجائے آخر رتبہ میں تو استاد سے کم ہی ہے۔ گو ظاہر میں بڑا معلوم ہو۔ جیسے کوئی شخص اپنے چھوٹے بھائی کو خوب دودھ گھی کھلادے تاکہ موٹا تازہ ہوجائے اور چند سال میں وہ ایسا ہوجائے کہ بڑا بھائی اس سے چھوٹا معلوم ہونے لگے تو کیا رتبہ میں بھی وہ چھوٹا ہوجائے گا۔ ہرگز نہیں بڑا بھائی پھر بھی بڑا ہی رہے گا۔

ایک بادشاہ کی حکایت لکھی ہے کہ اس نے اپنے لڑکے کو کسی معلم کے سپرد کیا ایک روز دیکھا کہ معلم صاحب گھوڑے پر سوار ہیں شہزادہ پیچھے پیچھے چلا جارہا ہے بادشاہ کو یہ دیکھ کر سخت ناگواری ہوئی۔ لیکن ضبط کرکے معلم سے پوچھا معلم نے کہا کہ حضور چند روز میں یہ بادشاہ ہوگا مخلوق اس کی رعایا ہوگی اگر اس وقت پیدل نہ دوڑے گا تو اس وقت خبر نہ ہوگی کہ پیدل دوڑنے والوں پر کیا گذر رہی ہے۔ اس لیے میں نے اس کو دوڑایا کہ یہ اپنی حالت کو یاد کرکے دوسروں پر رحم کرے۔ یہ برتاؤ باپ نہیں کرسکتا استاد کرسکتا ہے۔ استادوں کا ادب بھی تقویٰ میں داخل ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا وہ متقی نہ ہوگا اور اس میں کوتاہی کا بڑا سبب یہی ہے کہ طلبہ کو تقویٰ کا اہتمام نہیں اور تقویٰ مذیارت علم کا سبب ہے تقویٰ کے لیے تمام معاصی سے جتناب ضروری ہے اور وہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ مامورات کو بھی بجالایا جائے۔ جس قدر استاد سے محبت ہوگی اسی قدر علم میں برکت ہوگی۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ استاد خوش [illegible] تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ استاد کا دل جس قدر خوش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھا جائے گا اس قدر علم میں برکت ہوگی۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر علم کہاں سے کھلا مولانا نے فرمایا کہ اس کے اسباب متعدد ہیں ایک تو سبب یہ ہے کہ مولانا فطری طور پر متعدل القویٰ اور معتدل المزاج تھے، پھر ان کے استاد بے مثل تھے، پھر پیر کامل ملے جن کی نظیر نہیں ان کی وجہ سے فن کی حقیقت منکشف ہوگئی۔ اساتذہ کا ادب بہت کرتے تھے اور متقی بہت تھے جب اتنی چیزیں جمع ہوں پھر کیوں نہ کامل ہوں۔

مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے تفوق علمی کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ وہ اپنے استادوں کا ادب بہت کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک گندہی (بھنگی) مولانا سے ملنے گیا اور کہا کہ میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں بس یہ سن کر مولانا پر بے حد اثر ہوا اس کی خاطر و مدارات میں بچھے جاتے تھے محض اس لیے کہ وہ تھانہ بھون کا رہنے والا تھا جو وطن تھا اپنے مرشد کا۔ افسوس ہے کہ یہ حضرات تو اپنے اکابر کے جاہل ہم وطنوں کا اتنا ادب کرتے تھے اور آج کل خود اکابر کا بھی ادب نہیں کیا جاتا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ایک شخص نے سیاہ رنگ کا جوتہ بھیجا تو حضرت نے اس کو پہنا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت لوگ تو آپ کے واسطے بھیجتے ہیں کہ آپ اس کو استعمال فرمائیں۔۔۔ فرمایا اس کا رنگ سیاہ ہے اور جب سے مجھ کو خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ ہونا معلوم ہوا تب سے میں نے سیاہ رنگ کا جوتہ نہیں پہنا۔ اس لیے کہ خلاف ادب معلوم ہوتا ہے۔

طلبہ میں استادوں کا ادب نہیں ہے اور جن استادوں کا ادب کرتے ہیں وہ استادی کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ہے۔ استاد کا ادب ہوتا تو جو استاد مشہور بزرگ اور مقتدا نہیں ہیں ان کا بھی ادب کیا جاتا کیونکہ استادی کا حق ان کو بھی حاصل ہے۔ بعض شاگرد استاد کی تعظیم و تکریم اس کی کسی دنیوی وجاہت و عظمت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ وہ بھی شاگردی کی خوبی نہیں چنانچہ اگر استاد جاہ و شہرت میں شاگرد سے کم ہو تو بعض ناخلف اپنے کو اس کی طرف منسوب کرنے میں بھی عار کرتے ہیں۔ مبارک وہ ہے جو اپنے استاد کا بھی حق استادی ادا کرے۔

میں نے ایک دفعہ دیوبند کے مدرسہ میں طلباء سے کہا تھا کہ تم لوگ اساتذہ کی عظمت نہیں کرتے نہ ان کے حقوق کی رعایت کرتے ہو۔ پھر میں نے کہا کہ شاید آپ اپنے دل میں کہتے ہوں گے کہ ہم تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی بہت عظمت کرتے ہیں اور ان کی خدمت بھی کرتے ہیں۔ تو ذرا دل میں غور کرلو کہ مولانا کی یہ عظمت و خدمت محض استاذ ہونے کی وجہ سے ہے یا ان کی شہرت و عظمت کی وجہ سے ہے۔ ظاہر ہے کہ محض حق استاذی کی وجہ سے تم مولانا کی عظمت نہیں کرتے ورنہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اور استادوں کی عظمت و وقعت نہیں کی جاتی آخر وہ بھی تو استاد ہیں معلوم ہوا کہ مولانا کی عظمت بوجہ شہرت کے کرتے ہو کہ وہ سب سے زیادہ بزرگی وغیرہ میں مشہور ہیں جب اہل علم میں بھی یہ مرض ہے کہ وہ مشاہیر اہل عظمت کے حقوق ادا کرتے ہیں تو پھر دوسروں کا تو کیا کہنا۔ اگر استاذ ہندو ہو تو اس کا بھی ادب کرنا چاہیے۔ استاذ بڑی چیز ہے۔

استاذ تو وہ چیز ہے کہ اگر بہ ضرورت دینیہ بھی اس کے خلاف کرنا پڑے تب بھی کافر باپ کی طرح دین کے باب میں تو اس کی موافقت نہ کرے لیکن ادب اور احترام اس کا ترک نہ کرے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا یعنی روحانی باپ ہے۔ گو تعارض حقوق کے وقت باپ سے یہ مرجوح ہو مگر حقوق غیر متعارضہ میں تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ آخر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسلم کی شان میں اسی تربیت، روحانیت وتعلیم دینی ہی کے سبب تو یہ ارشاد ہوا ہے: النبی أولی بالمومنین من أنفسهم وأزواجه امهاتهم ۔پس استاذ بھی آپ کا وارث اور نائب ہے گو اس درجہ میں نہ سہی۔

ایک مشترک شکایت یہ ہے کہ جو اساتذہ کسی مدرسہ سے تنخواہ پاتے ہیں ان کے حقوق کو اور بھی ضعیف سمجھتے ہیں— افسوس وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ان حقوق کی جو بنیاد ہے وہ تنخواہ پانے سے منعدم نہیں ہوگئی تو حق کیسے مفقود ہو جائے گا۔اول تو تنخواہ کیا احسان کا بدل ہوسکتی ہے اور اگر کہا جائے کہ جب اس کی نیت دنیا حاصل کرنے کی تھی تو احسان کم ہوگیا یہ بھی محض غلط ہے ثواب خواہ کم ہو جائے مگر احسان تو ویسا ہی ہے۔آیا معقولات اور فارسی اور حساب کے استاذ بھی ان حقوق مذکورہ میں شریک ہیں یا نہیں اور اسی طرح کافر استاذ بھی۔اس میں قواعد سے یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ ان میں جو چیزیں (علوم) مضر ہیں ان کا استاذ خود مضل (گمراہ اور ضرر رساں) ہے اور استاذ کا حق تھا بوجہ مفید اور محسن ہونے کے (لہٰذا وہ واجب الحق نہیں) اور جو چیزیں مضر نہیں ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر علم دینیہ میں نافع اور معین ہیں (جیسے منطق وغیرہ) تو چونکہ مقدمہ (ذریعہ) کا حکم مقصود کا ہوتا ہے اس لیے ایسے اساتذہ حقوق مذکورہ کے مستحق ہوں گے گو استاد مقاصد کے درجہ میں نہ سہی۔اور اگر نہ مضر ہیں نہ مفید (جیسے آج کل ہندی وغیرہ) تب بھی ایک دنیوی احسان ہے اور خود دنیوی احسان پر بھی شکر گذاری نصوص عامہ سے ثابت ہے اس لیے اس کا بھی حق ثابت ہوگا گو دینی احسان کے برابر نہ سہی۔

اگر معلم کے مفہوم میں متعارف استاذ کی طرح پیر، واعظ اور مصنف یعنی ہر وہ شخص جس سے بھی افادہ واستفادہ کا تعلق ہو سب ہی استاد کے مفہوم میں داخل ہیں لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے حقوق مساوی نہیں۔ان سب میں متعارف معنی میں جس کو استاد کہا جاتا ہے اس کا حق زیادہ ہے اولاً تو اس لیے کہ یہ استاد شاگردوں کے لیے جتنی مشقت برداشت کرتا ہے دوسرے اہل افادہ نہیں کرتے بعض طریقوں میں تو چنداں مشقت نہیں اور بعض میں اگرچہ مشقت ہے مگر وہ کسی خاص استفادہ کرنے والے کے لیے برداشت نہیں کرتا حالانکہ نص قطعی حملته امه کرهاً الخ سے مشقت کی بناء پر حق کا عظیم ہونا ثابت ہے۔ثانیاً شاگرد استاد کی تابعیت کا التزام کرتا ہے اور التزام ایک وعدہ ہے اور وفاء عہد لازم ہے۔جس طرح اقارب کے حقوق میں قوت قرابت کے تفاوت سے حقوق میں تفاوت ہو جاتا ہے۔(اس طرح یہاں بھی ہو جاتا ہے)۔

استاذ پیر کا **حق زیادہ ہے یا باپ کا** اس میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پیر واستاد روحانی مربی ہیں اور باپ جسمانی اور روحانی مربی کا درجہ جسمانی سے بڑا ہے۔اس دعویٰ کی غلطی اجمالاً اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ نصوص میں جس شدومد سے باپ کے حقوق بتلائے گئے ہیں استاد اور پیر کے نہیں بتلائے گئے۔پھر سب سے بڑے روحانی مربی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق تعالیٰ تو جسم وروح دونوں کے مربی ہیں اور جب خدا اور رسولؐ ہی نے باپ کا حق زائد فرما دیا تو اس کی اطاعت میں بھی ایک بڑے مربی روحانی کے حق کی تقدیم ہے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com